مختلف قسم کے موٹر سائیکل کمیٹیوں کے فقہی احکام

تحریر

مفتی عبید الرحمان صاحب

رئیس دار الافتاء والارشاد، مردان

مکتبہ دار التقویٰ، مردان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختلف قسم کے موٹر سائیکل کمیٹیوں کے فقہی احکام

ناجائز کاروبار کی اصل بنیاد

"سیکولر ازم" اس وقت کے عظیم، اندوہناک اور ہمہ گیر اثرات کا حامل فتنہ ہے، یہ اس دور کا ایک ایسا "ام الفتن" ہے جو اپنی جولی میں بیسیوں فتنوں کو جنم دیتا رہتا ہے، یہی وہ فتنہ ہے جس نے ہر ہر میدان میں دین ومذہب کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کا تہیہ کرر کھا ہے اور عملی زندگی کے تقریبا اکثر میدانوں سے دین ومذہب کو نکال کر اپنے جھنڈے گاڑ چکا ہے۔ اس وقت آباد دنیا کے تقریبا تمام خطوں کو اس کا کسی نہ کسی درجہ میں سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

اس فتنے کے بیسیوں اثرات میں سے ایک اثر یہ بھی ہے کہ معاشرت، معاش وتجارت- باوجودیکہ انسانی زندگی کے اہم ترین گوشے ہیں- لیکن اس باب میں لوگ اپنے آپ کو دین ومذہب کا پابند خیال نہیں کرتے، نظریاتی اور مذہب کے پابند لوگ بھی غیر شعوری طور پر ان شعبوں میں دینی تعلیمات کی طرف زیادہ اہتمام اور توجہ نہیں کرتے، اس کے برگ وبھاڑ ہے کہ تجارت کے میدانوں میں آئے دن نت نئے شکلیں وجود میں آتی رہتی ہیں اور نماز وروزہ کے پابند لوگ بھی اس کو اختیار کرنا شروع کرتے ہیں، لیکن اس بات کا کوئی خاطر خواہ اہتمام ہی نہیں کرتے کہ اقدام کرنے سے پہلے شریعت کے درازے پر دستک دے کر اس کی رائے معلوم کی جائے اوراسی کی روشنی میں کوئی قدم اٹھایا جائے۔ مسلمانوں کے

بازاروں میں موٹر سائیکل اور گاڑیوں وغیرہ کے مختلف قسم کے کمیٹیوں کا فروغ پانا بھی اسی غیر شعوری سیکولر سوچ کا ثمرہ ہے۔

موٹر سائیکل کمیٹی کا عملی طریقہ کار

یوں تو ان جیسی کمیٹیوں کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں، تاہم عام طور پر اس کی صورت یہ اختیار کی جاتی ہے کہ کمیٹی کا اشتہار شائع کر دیا جاتا ہے، جو لوگ اس میں حصہ لے کر شریک ہونا چاہتے ہیں، وہ ماہانہ قسط جمع کر دیتے ہیں، مہینہ کے آخر میں قرعہ اندازی کی جاتی ہے، اس میں جس کا نام نکل آتا ہے، اس کو موٹر سائیکل / گاڑی وغیرہ دیدی جاتی ہے اوراس کے بعد کے قسط اس کو ادا نہیں کرنے پڑتے، باقی لوگ حسب دستور قسط ادا کرتے رہتے ہیں اور قرعہ اندازی میں ایک ایک کا نام آکر وہ نکلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اخیر میں ایک ہی شخص رہ جاتا ہے اور وہ بغیر قرعہ اندازی کے گاڑی وغیرہ حاصل کرلیتا ہے۔ جس شخص کا نام جس قدر پہلے نکلے، اتنا ہی اس کو خوش نصیب سمجھا جاتا ہے اور کم قیمت پر چیز اس کو مل جاتی ہے۔

کمیٹی کی شرعی حیثیت

کمیٹی کی یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ اس بات کو سمجھنے کے لئے پہلے اس معاملہ کی فقہی نوعیت (تکییف) کی وضاحت ضروری ہے۔

لہٰذا پہلے اس بات کی تحقیق ضروری ہے کہ:

الف: کمیٹی کے شرکاء ہر ہر مہینہ قسط کے نام سے جو رقم جمع کرتے رہتے ہیں، اس کی فقہی حیثیت کیا ہے؟

ب: پھر کمیٹی چلانے والے افراد کی طرف سے قرعہ اندازی کرواکر ایک ایک شریک کو متعلقہ چیز دیدی جاتی ہے، اس کی تکییف کیا ہے؟

جمع کردہ رقم کی فقہی حیثیت

اس بات میں تو کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ رقم امانت نہیں ہے، کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ یہ رقم متعلقہ افراد کے پاس محفوظ نہیں ہوتی، وہ اس لئے لوگوں سے رقم نہیں لیتے کہ محافظ بن کر اس کی حفاظت کرتے رہے، بلکہ اپنے استعمال کے لئے رقم لی جاتی ہے اور جمع کرنے والے افراد کو بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے، لیکن ان کی طرف سے اس کے خلاف کوئی پابندی مقرر نہیں کی جاتی بلکہ عملی طور پر اجازت ہوتی ہے، لہٰذا یہ رقم امانت تو نہیں ہے۔ آگے اس میں فقہی لحاظ سے دو احتمال ہیں:

الف: ایک یہ ہے کہ اس کو موٹر سائیکل / گاڑی کی قیمت[1] یا اس کا کچھ حصہ قرار دیا جائے۔ یعنی قسط جمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شریک نے متعلقہ چیز کی قیمت یا اس کا کچھ حصہ جمع کر دیا۔

ب: اس کو کمیٹی چلانے والے افراد کے ذمہ "دین" قرار دیا جائے، کہ جمع کرنے والے افراد نے کمیٹی چلانے والے لوگوں کو "دین" کے طور پر کچھ رقم دیدی۔

---

[1] یاد رہے کہ اس سے عام بازاری قیمت مراد نہیں ہے بلکہ فریقین کے درمیان باہمی اتفاق سے جو قیمت طے ہو جاتی ہے، وہ مراد ہے جس کو فقہی اصطلاح میں "ثمن" کہا جاتا ہے۔

جمع کردہ رقم کی پہلی فقہی نوعیت کا جائزہ

پہلی صورت (کہ جمع کردہ رقم قیمت کا حصہ ہے) اس لئے درست نہیں ہے کہ قیمت (ثمن) کا لین دین تو خرید و فروخت کا معاملہ طے ہو جانے کے بعد ہی ہو سکتا ہے جبکہ اس کی بنیاد ایجاب و قبول پر ہے اور یہاں قسط جمع کرتے وقت یا کمیٹی میں شریک ہوتے وقت ایجاب و قبول نہیں ہوتا، لہٰذا اس رقم کو متعلقہ چیز کی قیمت یا اس کا کچھ حصہ قرار دینا بالکل درست نہیں ہے۔

اگر کمیٹی میں حصہ لینے یا اس کے لئے قسط جمع کرنے کو "ایجاب و قبول" خیال کیا جائے تو اس لئے درست نہیں ہے کہ وہاں اس کے تقاضے پورے طور پر مکمل نہیں کئے جاتے، چنانچہ ایجاب و قبول کا حاصل یہ ہے کہ خرید و فروخت کے لئے حتمی الفاظ بولے جائیں، مثال کے طور پر ایک فریق کہے کہ: میں خرید رہا ہے یا خرید چکا اور دوسرا کہے کہ: میں نے بیچ دیا یا بیچتا ہوں۔ جبکہ یہاں ایسا نہیں ہوتا۔ اسی طرح خرید وفروخت کا معاملہ جائز ہونے کے لئے ضروری ہے کہ معاملہ کرتے وقت چیز موجود ہو اور وہ فروخت کنندہ کی ملکیت میں بھی ہو، جبکہ کمیٹی میں حصہ لیتے وقت عملی طور پر یہ ضروری نہیں ہوتا بلکہ عام طور پر ہوتا یوں ہے کہ لوگوں سے رقم جمع کرنے کے بعد قرعہ اندازی سے کچھ پہلے موٹر سائیکل / گاڑی خرید لی جاتی ہے۔ اگر اس کے باوجود بھی حصہ لینے یا رقم جمع کرنے کو ایجاب و قبول قرار دیا جائے تو قوی اندیشہ ہے کہ یہ مستقبل کی بیع (بیع مضاف) کے ضمن میں داخل ہو جائے جو کہ شرعی لحاظ سے بالکل ناجائز ہے۔

جمع کردہ رقم کی دوسری فقہی نوعیت کا جائزہ

اس رقم کی دوسری ممکنہ نوعیت یہ ذکر کی گئی کہ یہ رقم جمع کرنے والے شخص کا کمیٹی چلانے والے افراد کے ذمہ دین ہے۔ غور کرنے سے یہی نوعیت راجح معلوم ہوتی ہے جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جب یہ رقم ہبہ، امانت، قرض اور قیمت میں سے کسی کے تحت داخل نہیں ہوسکتی تو اس کو دین ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔ یاد رہے کہ دین کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ دینے والے دیتے وقت دین ہونے کی صراحت کرلے یا دین ہونے کی نیت سے رقم دیدے بلکہ اس کا حاصل مفہوم کا پایا جانا کافی ہے۔

کمیٹی کا شرعی حکم

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ جمع کردہ رقم کی شرعی وفقہی حیثیت "دین" کی ہے تو اس سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ کمیٹی کی یہ صورت شرعا ناجائز اور ممنوع ہے کیونکہ یہ رقم اسی لئے جمع کی جاتی ہے کہ کم قیمت پر چیز ملے، گو عملی طور پر سب لوگ اس مقصد کے حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوپاتے لیکن جمع کرتے وقت یہی پیش نظر رہتا ہے اور کمیٹی چلانے والے افراد کی طرف سے بھی اعلان والتزام ہوتا ہے کہ قرعہ میں جس کا نام بھی نکلے گا، ہم اس کو اسی وقت موٹر سائیکل / گاڑی فراہم کردیں گے، لہٰذا یہ دین پر مشروط نفع حاصل کرنا ہوا جو شرعا ناجائز اور سود کے زمرے میں داخل ہے۔

کیا دین پر بھی نفع حاصل کرنا سود ہے؟

اس پر بسا اوقات یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ یہ تو قرض نہیں ہے بلکہ دین ہے جبکہ دونوں میں فرق ہے، چنانچہ دین عام ہے اور قرض اس کی ایک قسم ہے، اور حدیث شریف میں قرض پر نفع حاصل کرنے کو سود قرار دیا گیا ہے نہ کہ دین پر!

لیکن یہ اشکال فقہی نقطہ نظر سے درست نہیں ہے، نصوص میں قرض پر مشروط نفع حاصل کرنے کو جو سود قرار دیا گیا ہے، وہاں فقہی اصطلاح میں قرض کا مخصوص معاملہ ہی مراد نہیں ہے بلکہ دین بھی اس میں داخل ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرات فقہائے کرام نے اس باب میں قرض اور دین کے فقہی فرق کا لحاظ نہیں رکھا اور دونوں پر مشروط نفع حاصل کرنے کو سود قرار دیا، اس پر دسیوں مسائل متفرع فرمائیں۔ مثال کے طور پر مرتہن (جس شخص کے پاس گروی رکھی جائے) مرہونہ (رہن کے طور پر رکھی ہوئی چیز) چیز سے نفع حاصل نہیں کر سکتا، یہ سود ہے حالانکہ ہمارے تمام فقہاء کرام صراحت فرماتے ہیں کہ رہن ہر قسم دین کے بدلے رکھنا جائز ہے، خاص قرض ہی کے بدلے رکھنا ضروری نہیں ہے، اب اگر دین پر نفع حاصل کرنا سود نہ ہوتا تو اس بات کی صراحت ضروری تھی کہ رہن اگر قرض کے معاملہ میں رکھی جائے تو اس سے نفع اٹھانا ناجائز اور سود ہے، اگر قرض کے علاوہ کسی دین کے بدلے رکھی جائے تو گنجائش ہے۔ اسی طرح "محیط برہانی" میں ہے:

وأما دعوة المستقرض قال محمد: ولا بأس بأن يجيب دعوة رجل له عليه دين، قال شيخ الإسلام خواهرزاده: (إلى) هذا جواب

الحكم، فأما الأفضل أن يتورع عن الإجابة إذا علم أنه لأجل الدين أو أشكل عليه الحال.[١]

ترجمہ:" امام محمد فرماتے ہیں کہ: قرض خواہ یعنی وہ شخص جس کے ذمے کسی کا دین ہو اس کی دعوت قبول کرنے میں حرج نہیں۔ شیخ الاسلام خواہر زادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ عام مسئلہ (قضاء حکم) ہے اگر پہلے سے معلوم ہو کہ دین کی وجہ سے دعوت کا اہتمام کرتا ہے یا اس بارے میں معاملہ واضح نہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ اس کی دعوت قبول کرنے سے احتراز کرے"۔

یہاں اصل مسئلے کے حکم سے ہٹ کر یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ سوال مقروض کی دعوت قبول کرنے کا تھا کہ وہ جائز ہے یا ناجائز اور سود؟ اور جواب میں مقروض کی بجائے مدیون کی بات ذکر کی گئی۔ بہر حال مقصود یہ ہے کہ جس طرح قرض پر مشروط یا معروف نفع حاصل کرنا سود ہے یوں ہی دین کا بھی یہی حکم ہے۔

کیا کمیٹی کا یہ نظم قمار ہے؟

بسا اوقات ان جیسی کمیٹیوں کو قمار (جوا) کی بنیاد پر بھی ناجائز قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ کمیٹی کے اس نظم میں جو قرعہ اندازی کی جاتی ہے، اس میں گو ایک حد تک قمار کی روح اور جوے کا مزاج اور غبار کسی حد تک پایا جاتا ہے لیکن فقہی نقطہ سے اس کو قمار قرار دینا مشکل ہے، کیونکہ یہاں شرکاء میں سے کسی کا حق

---

[١] المحيط البرهاني في الفقه النعماني كتاب البيع، الفصل الثالث والعشرون: في القروض ،ج٧ص ١٢٧

یقینی طور پر ضائع نہیں ہوتا، بلکہ سب کو باری باری متعلقہ چیز دیدی جاتی ہے، دوسرے لفظوں میں یوں تعبیر کیاجاسکتاہے کہ یہاں شرکاءمیں سے کسی کے متعلق یہ اندیشہ نہیں ہے کہ اس کی رقم مکمل طور پر ڈوب جائے گی، اس لئے یہ قمار نہیں ہے۔

یہاں قمار کی ممکنہ صورت یہی ہے کہ ہر ہر قرعہ کو الگ الگ معاملہ تصور کیاجائے ،مثال کے طور پر پچاس افراد میں سے ہر ہر فرد نے دو دو ہزار روپے جمع کئے ،ہر مہینہ کے شروع یا اخیر میں قرعہ اندازی کی جائےاور اس کا یہ ضابطہ بنایاجائے کہ جس کا نام قرعہ اندزی میں نکلے،اس کو متعلقہ چیز دیدی جائے گی اور باقی لوگوں کی رقم سوخت ہوجائے گی، اگلی بار قرعہ اندازی کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ چلانے والے افراد کی مرضی ہے کہ چاہے تو قصہ ہی تمام کردیں اور چاہے تو دوسری ماہ بھی اس طرح تمام شرکاءسے رقم جمع کرکے دوبارہ قرعہ اندازی کریں۔ اس صورت میں قمار کاہوناواضح ہے لیکن یہ حقیقتِ واقعہ کے خلاف ہے اور مروجہ کمیٹیوں کی عملی صورت حال اس کے خلاف ہے۔

متبادل طریق کار

کمیٹی چلانے والے افراد کا اصل مقصود یہ ہے کہ آسان راستے سے زیادہ نفع کمایاجائے جبکہ شرکاءکے پیش نظر یہ بات ہوتی ہے کہ مہنگی چیز سستے داموں خرید لیں۔ اس کی جائز اور پائیدار حل یہی ہے کہ شرعی طریقہ تجارت کو فروغ دیاجائے، تن آسانی کے جذبے کے باوجود زیادہ سے زیادہ نفع بٹورنے کی نفسیات کی اصلاح کی جائے۔

شرعی حکم کا خلاصہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمارے ہاں موٹر سائیکل وغیرہ چیزوں کی قرعہ اندازی کا جو طریقہ کار رائج ہے، وہ شرعا جائز نہیں ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ شروع میں جو رقم جمع کر دی جاتی ہے، اس کی حیثیت دین کی ہے جس پر یہ فائدہ حاصل کیا جاتا ہے کہ اگر قرعہ میں نام نکل آئے تو مہنگی چیز نہایت سستے داموں ہاتھ آجائے گی جبکہ دین اور قرض پر اس طرح نفع حاصل کرنا سود ہے جس کے ناجائز اور حرام ہونے میں شبہ نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصّواب۔

ناکارہ عبید الرحمان۔۷ ربیع الثانی ۴۴ھ۔بعد العشاء قبیل الساعة الحادیة عشرة